THE STUDY OF RELIGION AND HISTORY

Vol.4, No.1 2026

ISSN P: 3006-3329
ISSN E: 3006-3337

مسیحیت کا عقیدہ کفارہ (ایک تحقیقی جائزہ)

The Doctrine of “Atonement” in Christianity

ڈاکٹر اسماعیل عارفی

ایسوسی ایٹ پروفیسر، چیئرمین شعبہ اصول الدین،

کراچی یونیورسٹی، کراچی

Email: drismailaarifi@uok.edu.pk

(Abstract)

A large part of the world population believes in Christianity. The basic doctrine of the Christianity is the Trinity. The Trinity doctrine comes to be the secondary or the branch of the concept of atonement " Kaffara".

Christian doctrine of atonement means that the Prophet Adam (alaihis salaam) committed an extremely serious sin by eating the fruit of the tree. Like a contagious disease, the sin that was in Adam has been transmitted to all his descendants, and its curse has spread to the entire human race. The original or inherited sin has passed on to the descendants of Adam in such a way that all the human beings are considered sinful and unclean. Nothing can cleanse the human from sin. The only source of redemption from sin is through Fidyah (compensation, ransom). The compensation can be paid by the one who is free from sin. No one is more righteous than Jesus Christ who is the only Savior from sin. Jesus Christ, the Son of God himself atoned for our sins by suffering and being crucified and died on the cross. Whoever believe in his sacrifice and atonement, crucifixion and compensation and is baptized will be saved; whoever does not believe in the Trinity doctrine will be condemned and the eternal punishment is the justice for him.

From Islamic viewpoint of Quranic teaching, the Christ was neither crucified nor killed. Not a sinner is held liable or punished for the sin committed by another sinner nor a sin is something than can pass on from one person to another one.

Each person is accountable for his deeds and will receive reward of it, and he will attain salvation on the basis of his true faith. Belief in Allah and good deeds guarantees salvation which is the summary of all the prophets' message. The prophets never told any nation the complex story of the Trinity; similarly, there has been no room for the doctrine of atonement in the preaching of the prophets. In contrast, there is an analysis of ten key points on the issue.

Key Words:

Kaffara, Christianity, The Holy Bible, The Holy Qura,

عیسائیت کا تثلیث کے بعد دوسرا امتیازی عقیدہ، مرکزی نکتہ اور تصورِ نجات "کفارہ" ہے۔ تمام الہامی مذاہب میں نجات وفلاح کا تصور یہ دیا گیا ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ اور اسکے حکموں پر ایمان لائے، خدا کی شریعت پر عمل کرنے کا عزم کرے جس میں کوتاہی (گناہ) ہو جائے تو توبہ واستغفار کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرے۔ عہدِ قدیم ہو یا تعلیماتِ عیسوی دونوں میں نجات اور آسمان کی بادشاہی (جنت) کے حصول کیلئے ایمانیات، اعمالِ صالحہ یعنی احکام پر عمل اور

عمل کی کمی کو توبہ واستغفاراور ادائے حقوق کے ذریعے تلافی کرنے پر زور دیا گیا ہے۔ ہر گناہ کا کفارہ توبہ و استغفار کو قرار دیا گیا ہے یہ بات بائبل میں اس قدر وضاحت وتکرار کیساتھ کہی گئی ہے کہ دلیل کی محتاج نہیں تاہم بطورِ نمونہ کئی حوالے آگے چل کر مذکور ہوں گے۔

مسیحی عقیدہ کفارہ کا مفہوم:

مگر موجودہ عیسائیت جس کے بارے میں محققین کا کہنا ہے کہ اس کی بنیاد حضرت عیسیٰؑ کی تعلیمات پر نہیں بلکہ پولوس(Paul) کے افکار پر ہے جس میں نجات کا تصور "عقیدہ کفارہ" کے ساتھ دیا گیا ہے جو موجودہ مذہبِ عیسائیت کا اساسی نکتہ اور اعلیٰ ترین نظریہ ہے حتیٰ کہ اسکی اہمیت تثلیث سے بھی بڑھ کر ہے بلکہ عقیدہ تثلیث کفارہ کی فرع ہے اصل تو کفارہ ہے۔

کفارہ کا مختصر مفہوم یہ ہے کہ حضرت آدمؑ نے درخت کا پھل کھا کر انتہائی سنگین گناہ کیا۔ وہ گناہ وبائی مرض کی طرح حضرت آدمؑ سے انکی تمام اولاد کو لگ گیا۔ اس گناہ کی لعنت پوری نسلِ انسانی پر چھاگئی۔ یہ اصلی وموروثی گناہ (Original Sin) اولادِ آدمؑ میں ایسا منتقل ہوا کہ تمام انسان گناہ گار وناپاک ٹھہرے۔ انسان کو اس گناہ سے کوئی چیز پاک نہیں کر سکتی۔ پاکیزگی کا ذریعہ صرف "فدیہ" ہے۔ فدیہ وہی دے سکتا ہے جو خود گناہ سے پاک ہو اور حضرت مسیحؑ کے سوا کوئی راستباز، معصوم وپاک نہیں تھا لہٰذا خدا کے اکلوتے بیٹے مجسم خدا یسوع مسیح نے پھانسی لیکر سب دکھ سہہ کر تمام انسانوں کے گناہوں کا کفارہ ادا کیا۔ جو شخص انکے کفارہ وقربانی،فدیہ وتصلیب پر ایمان لاکر بپتسمہ لیتا ہے وہ نجات پاتا ہے۔ حتیٰ کہ بعض محققین کے بقول مسیحی علماء ایکو یناس (Aquinas)اور آگسٹائن (Augustine)نے کہا ہے کہ جو بچے بپتسمہ لینے سے پہلے مر گئے ان میں چونکہ اصل گناہ برقرار ہے اس لئے وہ کبھی خداوند کی بادشاہت نہیں دیکھیں گے ان کیلئے ابدی عذاب عینِ انصاف ہے۔ [1]

عقیدہ کفارہ کا منطقی تجزیہ

اس عقیدۂ کفارہ کے متعلق چند باتیں انتہائی قابل غور ہیں جن سے اس عقیدہ کی بنیادی حقیقت اور اساسی حیثیت واضح ہوتی ہے۔ جب ہم عقلی طور پر تجزیہ وتحلیل کرتے ہیں تو عقل وفکر کے اعتبار سے اس عقیدہ پر کئی سوالات اٹھتے ہیں اور حیران کن بات یہ ہے کہ بائبل کے نقلی دلائل،الہامی نصوص بھی اس عقیدہ کی تائید نہیں کرتے۔ یہاں ہم اختصار کے ساتھ دس اہم نکات کی طرف اشارہ کرتے ہیں جن کو بائبل مقدس اور قرآن مجید کے دلائل سے مبرہن کیا گیا ہے۔

امر اول: لغزشِ آدمؑ کی حقیقت :

پہلی بات یہ ہے کہ اس کی کھوج لگائی جائے کہ آیا حضرت آدم علیہ السلام کی لغزش کوئی گناہ تھی یا نہیں؟ واقعہ صرف اتنا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدمؑ کو درخت کا پھل کھانے سے امتحاناً منع کیا۔ وہ بھول کر کھا بیٹھے،انسان تو نسیان کا پتلا ہے۔ بائبل کی تاریخ تو اس سے انتہائی زیادہ سنگین اور خوفناک گناہوں سے بھری پڑی ہے۔ بائبل بتاتی ہے کہ انبیاءِ بنی اسرائیل علیہم السلام سے قتل،زنا،شراب نوشی،دروغ گوئی،حتیٰ کہ شرک وبت پرستی تک سب کچھ صادر ہوا ہے۔ نعوذباللہ من ذلک۔ نقل کفر کفر نباشد[2] اس کے باوجود بائبل کے بقول وہ منصب نبوت پر فائز رہے۔ ان گناہوں کو سامنے رکھا جائے تو ممنوع پھل کھانے کے گناہ کو بہت بڑھا چڑھا کر پیش کرنے کی کوئی خاص گنجائش نہیں رہتی۔

مزید یہ ہے کہ بائبل کی پہلی کتاب ’’پیدائش‘‘ کے باب دوم ٗسوم میں حضرت آدم وحوا علیہم السلام کے واقعہ کو بیان کیا گیا ہے کہ حضرت حوّا نے سانپ کی باتوں میں آکر ممنوع درخت کا پھل کھایا اور اپنے شوہر کو دیا اور اس نے کھایا۔ فوراً ہی اللہ تعالیٰ نے ان تینوں کو انکے گناہ کی سزا سناتے ہوئے کہا:

’’اور خداوند خدا نے سانپ سے کہا اسلئے کہ تو نے یہ کیا تو سب چوپایوں اور دشتی جانوروں میں ملعون ٹھہرا۔ تو اپنے پیٹ کے بل چلیگا اور اپنی عمر بھر خاک چاٹیگا۔ اور میں تیرے اور عورت کے درمیان اور تیری نسل اور عورت کی نسل کے درمیان عداوت ڈالونگا۔ وہ تیرے سر کو کچلیگا اور تو اس کی ایڑی پر کاٹیگا۔ پھر اس نے

THE STUDY OF RELIGION AND HISTORY

Vol.4, No.1 2026

ISSN P: 3006-3329
ISSN E: 3006-3337

عورت سے کہا کہ میں تیرے دردِ حمل کو بہت بڑھاؤنگا۔ تو درد کے ساتھ بچے جنیگی اور تیری رغبت اپنے شوہر کی طرف ہوگی اور وہ تجھ پر حکومت کریگا۔ اور آدم سے اس نے کہا چونکہ تونے اپنی بیوی کی بات مانی اور اس درخت کا پھل کھایا جسکی بابت میں نے تجھے حکم دیا تھا کہ اسے نہ کھانا اسلئے زمین تیرے سبب سے لعنتی ہوئی۔ مشقت کے ساتھ تو اپنی عمر بھر اس کی پیداوار کھائیگا۔ اور وہ تیرے لئے کانٹے اور اونٹکٹارے اگائیگی اور تو کھیت کی سبزی کھائیگا۔ تو اپنے منہ کے پسینے کی روٹی کھائیگا۔"[3]

تجزیہ عبارت

(الف) سوال یہ ہے اگر یہ کوئی بڑا گناہ بھی تھا تو اسکے ذمہ داروں کو اسکا نتیجہ بھی مل گیا۔ اب اس کو تمام اولادِ آدم پر لادنے کا کیا جواز ہے؟ بائبل میں اس مقام پر پورے تین باب اس قصہ پر مشتمل ہیں مگر اس "گناہ" کا تمام اولادِ آدم کو لگ جانے کا، وبائی مرض کی طرح پھیل جانے کا، پورنسلِ انسانی جو اس وقت زمین پر موجود بھی نہ تھی اس کے ملعون ہونے کا اشارہ تک نہیں ہے۔

(ب) توریت کی پانچ کتابوں (اسفارِ خمسہ) میں سے پہلی کتاب "پیدائش" کے مصنف نے جو لکھ دیا ہے کہ "آدمؑ کے سبب سے زمین لعنتی ہوئی" نعوذ باالله یہ بالکل غلط ہے۔ حضرت آدمؑ زمین پر پہلے انسان، پہلے نبی تھے۔ آپ اللہ تعالی کے "خلیفہ" تھے۔ اللہ تعالی نے آپ اور آپ کی اولاد کے ذریعے زمین کو خوب زیب و زینت، بہار ورونق بخشی۔ مادّی وروحانی فتوحات، ظاہری وباطنی انعامات کے دروازے کھولے۔ اس عالم میں جو بھی ترقی وکمال کے مناظر آپ کو نظر آرہے ہیں سب حضرت انسان کی محنتوں کا ثمر ہیں۔ یہ سب چہل پہل اولادِ آدمؑ کے وسیلہ سے ہے۔ اللہ تعالی نے نوعِ انسانی کی ہدایت کیلئے جتنے انبیاء ورسل کو مبعوث فرمایا وہ سب حضرت آدمؑ کی اولاد ہی تھے۔ حضرتِ عیسیٰؑ بھی انسانی پہلو سے ماں کے رشتہ کے اعتبار سے اولادِ آدمؑ کا ایک فرد ہیں۔ ایک عام غیور انسان اپنے سگے والد کے متعلق یہ توہین آمیز جملہ سننا گوارا نہیں کرتا تو انسانیت کے جدِّ امجد، مسجودِ ملائکہ سیدنا آدمؑ کے متعلق ایسی قبیح بات کیسے قبول کی جاسکتی ہے۔ نوعِ انسانی کے باشعور طبقہ کو قرآنِ کریم کے اس بیان پر توجہ دینی چاہیے جو سچائی کا روشن مینار اور نشانِ منزل ہے۔ اللہ تعالی فرماتے ہیں:

وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِيْٓ اٰدَمَ وَحَمَلْنٰهُمْ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَرَزَقْنٰهُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ وَفَضَّلْنٰهُمْ عَلٰي كَثِيْرٍ مِّمَّنْ خَلَقْنَا تَفْضِيْلًا[4]

''اور یہ بات واقعی ہے کہ ہم نے بنی آدم کو عزت دی اور انہیں خشکی میں اور سمندر میں سوار کیا۔ انہیں عمدہ چیزیں عطا فرمائیں اور ہم نے انہیں اپنی بہت سی مخلوقات پر فضیلت دی''۔

(ج) ایک اور اہم سوال یہ ہے کہ جو عیسائی مرد وعورت حضرت مسیحؑ کے کفارہ وتصلیب پر صدقِ دل سے ایمان لے آئے، موروثی گناہ سے پاک ہوگئے تو کم از کم ان سے تو یہ سزا ساقط ہونی چاہیے۔ مسیحی عورتوں کو حمل، وضع حمل کی مشقتوں سے رہائی ملنی چاہیے، انہیں درد کے ساتھ بچے جننے سے خلاصی ہونی چاہیے۔ اسی طرح مسیحی مردوں کو روزی روٹی کی مشقت سے آزاد ہونا چاہیے۔ سڑکوں کا کچرا چن کر، منہ کے پسینے کی روٹی کھانے سے نجات ملنی چاہیے۔ افسوس ہے کہ فدیہ و تصلیب پر ایمان رکھنے والی ایک مسیحی عورت غیر مسیحی عورتوں کی طرح ولادت کی تکلیف کے تمام مراحل سے گذرتی ہے۔ خدا کے بیٹے کی قربانی پر ایمان رکھنے والا ایک مسیحی مرد غیر مسیحی مردوں کی طرح اپنی گذر بسر کا بندوبست کرنے میں تمام مشقتیں حسبِ فطرت جھیلتا ہے۔ پھر اس رام کہانی، ازلی منصوبہ بندی کے فوائد کیا ہوئے۔ خوب غور کیا جائے کہ یہی مقام غور وفکر ہے۔

امر دوم: کرے کوئی بھرے کوئی:

دوسری بات یہ ہے کہ یہ کہنا کہ "اصل گناہ" حضرت آدمؑ سے تمام اولادِ آدم کی طرف اور پھر ان تمام سے حضرت مسیحؑ کی طرف منتقل ہوگیا تو خدا کے قانونِ عدل میں ایک انسان کا گناہ دوسرے پر لادنے کی گنجائش کہاں تک ہے؟ کیا خدا اتنا مغلوب الغضب ہے کہ ایک فرد کے گناہ کی سزا سب کو دیتا ہے؟ یہ نکتہ نظر عقلی طور پر باطل ہونے کے علاوہ بائبل کی واضح تعلیمات کے بھی سخت خلاف ہے چنانچہ لکھا ہے:

(1) جو جان گناہ کرتی ہے وہی مرے گی۔ بیٹا باپ کے گناہ کا بوجھ نہ اٹھائے گا اور نہ باپ بیٹے کے گناہ کا بوجھ۔[5]

THE STUDY OF RELIGION AND HISTORY

Vol.4, No.1 2026

ISSN P: 3006-3329
ISSN E: 3006-3337

(2)"راست بازوں کی بابت کہو کہ بھلا ہوگا کیونکہ وہ اپنے کاموں کا پھل کھائیں گے۔ شریروں پر واویلا ہے! کہ انکو بدی پیش آئے گی کیونکہ وہ اپنے ہاتھوں کا کیا پائیں گے"[6]

(3) بیٹوں کے بدلے باپ نہ مارے جائیں نہ باپ کے بدلے بیٹے مارے جائیں' ہر ایک اپنے ہی گناہ کے سبب سے مارا جائے۔ [7]

عقیدہ کفارہ قرآن مجید کی روشنی میں

چونکہ یہ "سنت اللہ" ہے جس میں کوئی تغیر و تبدیلی نہیں ہوتی [8] یہی وجہ ہے کہ قرآنِ مجید نے بھی اس قاعدہ کلیہ کو کئی مقامات پہ ذکر کیا ہے اور اس خلافِ عقل و نقل عقیدہ کی تردید کی ہے۔ ایک جگہ بنی اسرائیل (یہود و نصاری) کو ہی اپنی نعمتیں یاد دلانے کے بعد خطاب کرتے ہوئے ارشاد ہے:

وَاتَّقُوا يَوْمًا لَا تَجْزِي نَفْسٌ عَنْ نَفْسٍ شَيْئًا وَلَا يُقْبَلُ مِنْهَا شَفَاعَةٌ وَلَا يُؤْخَذُ مِنْهَا عَدْلٌ وَلَا هُمْ يُنْصَرُونَ [9]

"اور اس دن سے ڈرو جب کوئی کسی کے کچھ بھی کام نہ آئے اور نہ کسی کی سفارش (بلا اذن) منظور کی جائے اور نہ کسی سے کسی طرح کا بدلہ (فدیہ) قبول کیا جائے اور نہ لوگ (کسی اور طرح) مدد حاصل کر سکیں"

مولانا عبد الماجد دریابادی اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

" یہاں بھی تردید ہے اس اسرائیلی عقیدہ کی کہ عمل اور عقیدے کیسے ہی ہوں بہر حال اپنے اسلاف کرام شفاعت کر کے بخشوا ہی لیں گے، شفاعت اور شفیع مستقل کا یہی وہ مبالغہ آمیز تخیل ہے جس نے مسیحیت میں آکر انتہائی شکل اختیار کر لی اور کفارہ ہی کی طرح شفاعت پر مسیحیت کی بنیاد ہے۔ لَا يُؤْخَذُ مِنْهَا عَدْلٌ اس میں اصلی ضرب یہودی اور مسیحی عقیدۂ کفارہ پر ہے مسیحیوں کے ہاں عقیدہ کفارہ کی اہمیت تو ظاہر ہی ہے لیکن خود یہود بھی ایک بڑی تعداد میں اسی عقیدہ کفارہ سے متاثر ہو کر اس کے قائل ہو گئے تھے۔ [10]

دوسری جگہ ایک اصولِ کلی اور عمومی ضابطہ بیان فرماتے ہوئے ارشاد ہے:

لَا يُكَلِّفُ اللَّهُ نَفْسًا إِلَّا وُسْعَهَا لَهَا مَا كَسَبَتْ وَعَلَيْهَا مَا اكْتَسَبَتْ [11]

"خدا کسی شخص کو اس کی طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتا۔ اچھے کام کرے گا تو اس کو ان کا فائدہ ملے گا۔ برے کام کرے گا تو اسے ہی نقصان پہنچے گا(نہ کہ دوسرے کو)"

مولانا دردیا بادی لکھتے ہیں :

"یہ رد ہے ہندو اور بدھ مت کے عقیدہ" کرم" کا یعنی انسان جو بھی کرے گا وہ لازمی نتیجہ ہوگا پچھلے جنم میں اس کے افعال و اعمال کا ،گویا اس قالب میں انسان اپنے ارادہ و اختیار سے کچھ کرہی نہیں سکتا ،یہ جبریت کی انتہائی شکل ہے اور تناسخ اور عقیدہ جبریت لازم و ملزوم ہی ،قرآن مجید نے اس فاسد عقیدہ پر ضرب لگائی اور بتایا کہ نیکی اور بدی کی راہیں تو انسان کے اپنے اختیار کی چیزیں ہیں اور یہیں سے نصاری کے عقیدہ کفارہ کا بھی رد نکل آیا جس کا ماحصل یہ ہے کہ انسان کو اب عمل صالح کی ضرروت ہی نہیں ابن اللہ سب کی طرف سے بھینٹ چڑھ گئے ہیں اور سب کی نجات کا سامان ان کی مصلوبیت سے ہوگیا ہے۔متکلمین نے آیت سے اس حقیقت پر بھی استدلال کیا ہے کہ بچوں پر کوئی مواخذہ ان کے والدین کے گناہوں کا نہ ہوگا"[12]

ایک اور جگہ اس عقیدہ کفارہ کی بنیادی فکر پر رد کرتے ہوئے صحفِ سابقہ کا حوالہ دے کر بڑا واضح دستور بتایا گیا ہے۔ ارشاد ہے:

أَمْ لَمْ يُنَبَّأْ بِمَا فِي صُحُفِ مُوسَى- وَإِبْرَاهِيمَ الَّذِي وَفَّى - أَلَّا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِزْرَ أُخْرَى- وَأَنْ لَيْسَ لِلْإِنْسَانِ إِلَّا مَا سَعَى - وَأَنَّ سَعْيَهُ سَوْفَ يُرَى ثُمَّ يُجْزَاهُ الْجَزَاءَ الْأَوْفَى- [13]

THE STUDY OF RELIGION AND HISTORY

Vol.4, No.1 2026

ISSN P: 3006-3329
ISSN E: 3006-3337

"کیا جو باتیں موسیٰ کے صحیفوں میں ہیں ان کی اس کو خبر نہیں پہنچی؟ اور ابراہیم کی جنہوں نے (حق طاعت ورسالت) پورا کیا؟ یہ کہ کوئی شخص دوسرے (کے گناہ) کا بوجھ نہیں اٹھائے گا۔ اور یہ کہ انسان کو وہی ملتا ہے جس کی وہ کوشش کرتا ہے۔ اور یہ کہ اس کی کوشش دیکھی جائے گی۔ پھر اس کو اس کا پورا پورا بدلا دیا جائے گا"

مولانا عبد الحق حقانی اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

"ان صحیفوں کی پہلی بات أَلَّا تَزِرُ کہ کوئی کسی کا بوجھ نہیں اٹھائے گا۔ یعنی کرے کوئی بھرے کوئی۔ کسی کے گناہ میں قیامت کو دوسرا نہیں پکڑا جاوے گا۔ اس کہنے سے کہ تو گناہ کرلے اور تیرا گناہ مجھ پر یہ بری نہ ہو جائے گا۔ وَأَنْ لَيْسَ انسان کو اپنی کمائی یعنی اعمال کا پھل ملتا ہے۔ کرا یہ کے لوگوں کے اعمال اس کو نفع نہ دیں گے یعنی گناہ سے ڈرنا چاہیے اور نیکی میں آپ کو کوشش کرنی چاہیے۔ عیسائیوں کے عقیدہ کفارہ نے ان دونوں باتوں سے ان کو غافل کر دیا اور انسان کو بے قید بنا دیا"۔[14]

اتنے واضح مسئلہ پر وہم میں مبتلا ہونا عجیب بات ہے۔ ایک دفعہ ہم نے ایک مسیحی مبلغ سے بالمشافہ بات کرتے ہوئے یہی سوال اٹھایا کہ آیا آپ اس کو جائز قرار دیتے ہیں کہ جرم کسی اور کا ہو اور سزا کسی اور کو دی جائے؟ انہوں نے کہا یہ بالکل درست ہے اور اسی طرح ہوتا ہے۔ آپ کو پتہ نہیں کہ آج بھی تھانوں، عدالتوں میں یہی طریقہ رائج ہے۔ ہم نے کہا یہ سب ہو رہا ہے مگر کیا یہ ظلم نہیں؟ انصاف کا تقاضا یہی ہے؟ اس پر وہ خاموش ہو گئے۔

امر سوم: گناہ کی تلافی:

تیسری بات یہ ہے کہ یہ کہنا کہ انسان کو "ازلی گناہ" سے توبہ و عمل پاک نہیں کر سکتے۔ اور گناہ کی تلافی یا معصیت سے پاکیزگی صرف فدیہ سے حاصل ہو سکتی ہے یہ بھی منطقی طور پر غلط ہونے کے علاوہ بائبل کے اصول کے قطعاً خلاف ہے۔ بائبل بتاتی ہے کہ فدیہ و قربانی کے علاوہ دیگر چیزیں بھی گناہوں کا کفارہ بنتی ہیں چنانچہ لکھا ہے:

(1) "شفقت اور سچائی سے بدی کا کفارہ ہوتا ہے اور لوگ خداوند کے خوف کے سبب سے بدی سے باز آتے ہیں"[15]

(2) "جو اپنے باپ کی عزت کرتا ہے وہ اپنے گناہوں کا کفارہ دیتا ہے"[16]

(3) "پانی بھڑکتی ہوئی آگ کو بجھا دیتا ہے اور خیرات گناہوں کا کفارہ دیتی ہے"[17]

مسیحی متکلمین یہ کہتے ہیں کہ یہ اعمال مثلاً شفقت، سچائی، تکریم والدین، صدقہ وغیرہ عام گناہوں کا کفارہ بنتے ہیں۔ "موروثی گناہ" سے نجات کے لیے "خدا کے بیٹے" کی تجسیم و تصلیب کا عقیدہ ہی ضروری ہے۔ افسوس کہ اس پر ان کے پاس کوئی نقلی یا عقلی دلیل موجود نہیں اور تفریق بلا فارق ہے۔

قرآن مجید بھی اس سنتِ الٰہی، دستورِ خداوندی کو تسلیم کرتا ہے اور انسان کے اعمالِ صالحہ کو اس کا کفارہ قرار دیتے ہوئے فرماتا ہے:

وَأَقِمِ الصَّلَاةَ طَرَفَيِ النَّهَارِ وَزُلَفًا مِنَ اللَّيْلِ إِنَّ الْحَسَنَاتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّئَاتِ ذَلِكَ ذِكْرَى لِلذَّاكِرِينَ [18]

"اور دن کے دونوں سروں (یعنی صبح و شام) کے اوقات میں اور رات کی چند (پہلی) ساعات میں نماز پڑھا کرو۔ کچھ شک نہیں کہ نیکیاں گناہوں کو دور کر دیتی ہیں۔ یہ ان کے لئے نصیحت ہے جو نصیحت قبول کرنیوالے ہیں۔"

دوسری جگہ ارشاد ہے:

فَآمِنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَالنُّورِ الَّذِي أَنْزَلْنَا وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ-يَوْمَ يَجْمَعُكُمْ لِيَوْمِ الْجَمْعِ ذَلِكَ يَوْمُ التَّغَابُنِ وَمَنْ يُؤْمِنْ بِاللَّهِ وَيَعْمَلْ صَالِحًا يُكَفِّرْ عَنْهُ سَيِّئَاتِهِ وَيُدْخِلْهُ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا أَبَدًا ذَلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ [19]

THE STUDY OF RELIGION AND HISTORY

Vol.4, No.1 2026

ISSN P: 3006-3329
ISSN E: 3006-3337

"توخدا پر اور اس کے رسول پر اور نور (قرآن) پر جو ہم نے نازل فرمایا ہے ایمان لاو۔ اور خدا تمہارے سب اعمال سے باخبر ہے۔ جس دن وہ تم کو اکٹھا ہونے (یعنی قیامت) کے دن اکٹھا کرے گا وہ نقصان اٹھانے کا دن ہے اور جو شخص خدا پر ایمان لائے اور نیک عمل کرے وہ اس سے اس کی برائیاں دور کر دے گا اور باغہائے بہشت میں جن کے نیچے نہریں بہ رہی ہیں داخل کرے گا ہمیشہ ان میں رہیں گے۔ یہ بڑی کامیابی ہے"

اس آیت مبارکہ میں ایمان اور عمل صالح کو گناہوں کا کفارہ ہونے کا سبب بتایا گیا ہے۔ اسی طرح دوسری آیت میں ارشاد ہے:

وَمَنْ يَتَّقِ اللَّهَ يُكَفِّرْ عَنْهُ سَيِّئَاتِهِ وَيُعْظِمْ لَهُ أَجْرًا[20]

اور جو خدا سے ڈرے گا وہ اس سے اس کے گناہ دور کر دے گا اور اسے اجر عظیم بخشے گا۔

آیت کا مطلب یہی ہے کہ جو شخص تقوی اختیار کرے یعنی اللہ تعالی کے خوف سے بدی سے باز رہنے کی کوشش کرے تو اللہ تعالی ان کی گذشتہ خطاؤں کو معاف فرمادیتے ہیں۔ ایک اور جگہ ارشاد ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا تُوبُوا إِلَى اللَّهِ تَوْبَةً نَصُوحًا عَسَى رَبُّكُمْ أَنْ يُكَفِّرَ عَنْكُمْ سَيِّئَاتِكُمْ وَيُدْخِلَكُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ يَوْمَ لَا يُخْزِي اللَّهُ النَّبِيَّ وَالَّذِينَ آمَنُوا مَعَهُ نُورُهُمْ يَسْعَى بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَبِأَيْمَانِهِمْ يَقُولُونَ رَبَّنَا أَتْمِمْ لَنَا نُورَنَا وَاغْفِرْ لَنَا إِنَّكَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ [21]

"مومنو! خدا کے آگے صاف دل سے توبہ کرو امید ہے کہ وہ تمہارے گناہ تم سے دور کر دے گا اور تم کو باغہائے بہشت میں جن کے تلے نہریں بہہ رہی ہیں داخل کرے گا۔ اس دن خدا پیغمبر کو اور ان لوگوں کو جو ان کے ساتھ ایمان لائے ہیں رسوا نہیں کریگا۔ بلکہ ان کا نور ایمان ان کے آگے اور داہنی طرف (روشنی کرتا ہوا) چل رہا ہوگا اور وہ خدا سے التجا کرینگے کہ اے ہمارے پروردگار ہمارا نور ہمارے لئے پورا کر اور ہمیں معاف فرما بیشک تو ہر چیز پر قادر ہے۔"

اس آیت میں اللہ تعالی نے سچی توبہ کو کفارہ سیئات کا سبب قرار دیا ہے، جنت میں داخلے کی خوشخبری سنائی ہے اور قیامت کے دن ایمان واعمال کا نور عطا ہونے کی بشارت دی ہے۔ اسی طرح ایک اور جگہ ارشاد ہے:

إِنْ تَجْتَنِبُوا كَبَائِرَ مَا تُنْهَوْنَ عَنْهُ نُكَفِّرْ عَنْكُمْ سَيِّئَاتِكُمْ وَنُدْخِلْكُمْ مُدْخَلًا كَرِيمًا[22]

" اگر تم بڑے بڑے گناہوں سے جن سے تم کو منع کیا جاتا ہے اجتناب رکھو گے تو ہم تمہارے (چھوٹے چھوٹے) گناہ معاف کر دیں گے اور تمہیں عزت کے مکانوں میں داخل کریں گے"

اس آیت میں اللہ تعالی نے اہلِ ایمان کو یہ خوش خبری دی ہے کہ اگر وہ کبیرہ گناہوں سے اجتناب رکھیں تو یہ پرہیز گاری چھوٹی لغزشوں کا کفارہ ہے۔ اور مزید جنت میں داخلہ کا انعام بھی ہے۔

اسی طرح حضور اکرم ﷺ کے ارشادات میں بھی انسان کے کئی اعمالِ صالحہ کو اس کے گناہوں کا کفارہ بتایا ہے۔ مثلا ایک جگہ ارشاد ہے: الصَّلَوَاتُ الْخَمْسُ وَالْجُمُعَةُ إِلَى الْجُمُعَةِ وَرَمَضَانُ إِلَى رَمَضَانَ مُكَفِّرَاتٌ مَا بَيْنَهُنَّ إِذَا اجْتَنَبَ الْكَبَائِرَ[23]

"پانچ نمازیں، ایک جمعہ سے دوسرا جمعہ، ایک رمضان سے دوسرا رمضان درمیان کے لئے کفارہ ہے جب وہ کبیرہ گناہوں سے اجتناب کرے۔"

ایک اور جگہ ارشاد ہے: اتبع السيئة الحسنة تمحها[24]

گناہ کے پیچھے (فورا) نیکی لے آو جو اس کو مٹادے۔

اس حدیث مبارک میں یہ تعلیم دی گئی ہے کہ اگر کوئی شخص نفس وشیطان سے مغلوب ہو کر گناہ کر بیٹھے تو اسے اللہ تعالی کی طرف رجوع کرنے میں دیر نہیں کرنی چاہیے۔ بلکہ کوئی نہ کوئی نیکی، توبہ واستغفار کر کے اس گناہ کے میل کو دھوڈالنا چاہیے۔

بہر حال کتب سابقہ کی نصوص، قرآن کریم کی آیات اور احادیث نبویہ میں یہ بات تو بڑے تکرار کے ساتھ فرمائی گئی ہے کہ انسان اپنے ہی عمل کا جواب دہ ہے اور اس کا اپنا عمل اس کے لیے کفارہ ہے۔ یہ کہنا کہ کوئی دوسرا بے گناہ ہمارے لیے کفارہ دے کر مصلوب ہو اس کا کوئی جواز نہیں۔

The Study of Religion and History

THE STUDY OF RELIGION AND HISTORY

Vol.4, No.1 2026

ISSN P: 3006-3329
ISSN E: 3006-3337

امر چہارم: اقوامِ سابقہ میں نجات کا قانون:

چوتھی بات یہ ہے کہ تمام انبیاء کی دعوت کے مشترکہ نکات اصولِ ثلاثہ یعنی توحید، رسالت اور آخرت ہے ان پاکیزہ عقائد کے ماننے کا نام ایمان ہے۔ ایمان میں جس اطاعت و بندگی کا اقرار کیا جاتا ہے اسے اپنے عمل سے سچا ثابت کرنے کا نام اسلام ہے۔ اسلام ہی تمام انبیاء کرام کا دین ہے۔ چنانچہ اللہ تعالی حضرت ابراہیمؑ کا تذکرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

وَمَنْ يَرْغَبُ عَنْ مِلَّةِ إِبْرَاهِيمَ إِلَّا مَنْ سَفِهَ نَفْسَهُ وَلَقَدِ اصْطَفَيْنَاهُ فِي الدُّنْيَا وَإِنَّهُ فِي الْآخِرَةِ لَمِنَ الصَّالِحِينَ - إِذْ قَالَ لَهُ رَبُّهُ أَسْلِمْ قَالَ أَسْلَمْتُ لِرَبِّ الْعَالَمِينَ [25]

" اور ابراہیم کے دین سے کون رو گردانی کر سکتا ہے بجز اس کے جو نہایت نادان ہو؟ ہم نے ان کو دنیا میں بھی منتخب کیا تھا اور آخرت میں بھی وہ (زمرہ) صلحاء میں ہوں گے۔ جب ان سے ان کے پروردگار نے فرمایا کہ اسلام لے آؤ تو انہوں نے عرض کی کہ میں رب العالمین کے آگے سر اطاعت خم کرتا ہوں"

حضرت ابراہیمؑ ہوں یا حضرت یعقوبؑ انہوں نے اپنی تمام اولادِ بنی اسرائیل کو یہی وصیت کی کہ اسلام پر قائم رہنا چنانچہ قرآن مجید اس وصیت کا تذکرہ کرتے ہوئے بتاتا ہے:

وَوَصَّى بِهَا إِبْرَاهِيمُ بَنِيهِ وَيَعْقُوبُ يَا بَنِيَّ إِنَّ اللَّهَ اصْطَفَى لَكُمُ الدِّينَ فَلَا تَمُوتُنَّ إِلَّا وَأَنْتُمْ مُسْلِمُونَ - أَمْ كُنْتُمْ شُهَدَاءَ إِذْ حَضَرَ يَعْقُوبَ الْمَوْتُ إِذْ قَالَ لِبَنِيهِ مَا تَعْبُدُونَ مِنْ بَعْدِي قَالُوا نَعْبُدُ إِلَٰهَكَ وَإِلَٰهَ آبَائِكَ إِبْرَاهِيمَ وَإِسْمَاعِيلَ وَإِسْحَاقَ إِلَٰهًا وَاحِدًا وَنَحْنُ لَهُ مُسْلِمُونَ - تِلْكَ أُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَلَكُمْ مَا كَسَبْتُمْ وَلَا تُسْأَلُونَ عَمَّا كَانُوا يَعْمَلُونَ[26]

" اور ابراہیم نے اپنے بیٹوں کو اسی بات کی وصیت کی اور یعقوب نے بھی (اپنے فرزندوں سے یہی کہا) کہ بیٹا خدا نے تمہارے لئے یہی دین پسند فرمایا ہے تو مرنا تو مسلمان ہی مرنا۔ بھلا جس وقت یعقوب وفات پانے لگے تو تم اس وقت موجود تھے جب انہوں نے اپنے بیٹوں سے پوچھا کہ میرے بعد تم کس کی عبادت کرو گے؟ تو انہوں نے کہا کہ آپ کے معبود اور آپ کے باپ دادا ابراہیم اور اسمٰعیل اور اسحاق کے معبود کی عبادت کریں گے جو معبود یکتا ہے اور ہم اسی کے حکم بردار ہیں۔ یہ جماعت گزر چکی ان کو ان کے اعمال (کا بدلہ ملے گا) اور تم کو تمہارے اعمال (کا) اور جو عمل وہ کرتے تھے ان کی پرسش تم سے نہیں ہو گی"

ایک اور جگہ ارشاد ہے:

إِنَّ الدِّينَ عِنْدَ اللَّهِ الْإِسْلَامُ [27]

"دین تو خدا کے نزدیک اسلام ہے"

دوسری جگہ فرمایا گیا کہ جو شخص اسلام (عبودیتِ باری تعالی) کے علاوہ کوئی اور دین کامیابی کے لیے اختیار کرے تو وہ اس کے لیے کچھ نفع مند نہیں چنانچہ ارشاد ہے:

وَمَنْ يَبْتَغِ غَيْرَ الْإِسْلَامِ دِينًا فَلَنْ يُقْبَلَ مِنْهُ وَهُوَ فِي الْآخِرَةِ مِنَ الْخَاسِرِينَ [28]

" اور جو شخص اسلام کے سوا کسی اور دین کا طالب ہو گا وہ اس سے ہر گز قبول نہیں کیا جائیگا اور ایسا شخص آخرت میں نقصان اٹھانیوالوں میں ہو گا"

بہر حال حضرت آدمؑ سے لے کر حضرت محمد ﷺ تک تمام انبیاء کرام کا دین اصول وعقائد کے اعتبار سے ایک ہی ہے جس میں نجات کا طریقہ ایمان اور عمل بتایا گیا ہے۔ عمل میں کمی اور کوتاہی کی تلافی کے لیے توبہ ہے۔ مگر موجودہ عیسائیت نے نجات کا جو طریقہ کفارہ و تصلیب میں دریافت کیا گذشتہ تمام انبیاء بنی اسرائیل اس "تحقیق انیق" سے ناواقف ہی رہے ان میں سے کسی نے بھی اپنی قوم کو خداوند کے اس "ازلی منصوبہ" سے آگاہ نہیں کیا کہ "خدا اپنے بیٹے کو مجسم الہ بنا کر بھیجے گا، وہ تمہارے گناہ کا کفارہ دیتے ہوئے پھانسی چڑھے گا اور یہ تصلیب نجات ہو گی"۔ اگر یہی نجات کا طریقہ ہے تو شروع دنیا میں سب سے پہلے نبی پر اسکو ظاہر کیوں نہ کیا گیا؟ عہدِ قدیم میں توریت، زبور کے علاوہ کئی انبیاء کے صحائف شامل ہیں۔ ان میں کہیں بھی اس عقیدہ کا اشارۃً یا صراحۃً کوئی ذکر نہیں اور نہ ہی

ISSN P: 3006-3329
ISSN E: 3006-3337

اس عقیدہ کے بنیادی اجزا میں سے کوئی جز بیان ہوا ہے۔ انبیاءؑ نے بھی اپنی قوموں کو اس سے خبر دار نہیں کیا اور نہ اس عقیدہ پر ایمان لانے کی دعوت دی بلکہ اللہ تعالی پر ایمان، رسولوں کی تصدیق اور اعمالِ صالحہ کی دعوت دی۔ عہدِ قدیم (Old Testament) میں اس کے بے شمار حوالے موجود ہیں کہ ایمان اور احکامِ شرعیہ پر عمل کی تاکیدِ شدید کی گئی ہے۔ بطور نمونہ چند ایک درج ذیل ہیں۔

عہدِ قدیم کا تصورِ نجات (بائبل میں احکامِ شرعیہ کی تاکید)

(1) بنی اسرائیل کے متعلق اوامر و نواہی کی اطاعت پر اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے "کہ اگر تو دل لگا کر خداوند اپنے خدا کی بات سنے اور وہی کام کرے جو اسکی نظر میں بھلا ہے اور اسکے حکموں کو مانے اور اسکے آئین پر عمل کرے تو میں ان بیماریوں میں سے جو میں نے مصریوں پر بھیجیں تجھ پر کوئی نہ بھیجونگا کیونکہ میں خداوند تیرا شافی ہوں"۔[29]

(2) بنی اسرائیل کے حق میں اللہ تعالیٰ کا اس طرح ارشاد ہے "تم میرے حکموں پر عمل کرنا اور میرے آئین کو مان کر ان پر چلنا میں خداوند تمہارا خدا ہوں" (۳)[30]

(3) اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے "اور ہزاروں پر جو مجھ سے محبت رکھتے اور میرے حکموں کو مانتے ہیں رحم کرتا ہوں"[31]

(4) اللہ تعالی نے حضرت اسحاقؑ کو تکثیر اولاد اور انکی اولاد کو ملکوں کی سلطنت دینے کا وعدہ فرمایا تو اسکی بنیادی وجہ یہ ارشاد فرمائی کہ "اس لئے کہ ابراہیم نے میرا کہا مانا اور میرے احکام اور قوانین اور میری رسوم اور شرائع کی پابندی کی"[32]

(5) "تو فقط مضبوط اور نہایت دلیر ہو جا کہ احتیاط رکھ کر اس ساری شریعت پر عمل کرے جسکا حکم میرے بندہ موسیٰ نے تجھ کو دیا اس سے نہ دہنے ہاتھ مڑنا اور نہ بائیں تا کہ جہاں کہیں تو جائے تجھے خوب کامیابی حاصل ہو شریعت کی یہ کتاب تیرے منہ سے نہ ہٹے بلکہ تجھے دن اور رات اسی کا دھیان ہو تا کہ جو کچھ اسمیں لکھا ہے اس پر تو احتیاط کر کے عمل کر سکے کیونکہ تب ہی تجھے اقبال مندی کی راہ نصیب ہو گی اور تو خوب کامیاب ہو گا"[33]

(6) حضرت یوشعؑ کی آخر عمر میں تمام بنی اسرائیل کو اس طرح نصیحت ہے "سو تم خوب ہمت باندھ کر جو کچھ موسیٰ کی شریعت کی کتاب میں لکھا ہے اس پر چلنا اور عمل کرنا"[34]

(7) کتب عہد عتیق کی آخری کتاب "ملاکی" میں اس طرح ہے: "تم میرے بندے موسیٰ کی شریعت یعنی ان فرائض واحکام کو جو میں نے حورب پر تمام بنی اسرائیل کیلئے فرمائے یاد رکھو"۔[35]

امرِ پنجم: حضرت عیسی علیہ السلام کی تعلیم

پانچویں بات یہ ہے کہ جس طرح عہدِ قدیم میں اس تصورِ کفارہ کا کہیں ذکر نہیں اسی طرح حضرت عیسیٰؑ کے ارشادات میں بھی اس کا کوئی نشان نہیں ملتا۔ حالانکہ اگر یہ نجات کا واحد طریقہ اور عقائد کا اہم مسئلہ تھا تو حضرت عیسیٰؑ نے اسے پوری وضاحت کیساتھ بیان کیوں نہیں فرمایا کہ تمہارے باپ آدم سے گناہ ہوا تھا وہ معاف نہیں ہو سکا، ہر انسان پیدائشی گناہگار ہے، میں تم سب کی طرف سے پھانسی لوں گا وغیرہ۔ بلکہ حضرت عیسیٰؑ نے بھی انبیاء سابقین کی طرح اللہ تعالی پر ایمان اور اعمالِ شرعیہ کہ دعوت دی۔ چنانچہ انجیل مرقس میں حضرت عیسیٰؑ کی دعوت و تبلیغ حوالے سے ایک واقعہ اس طرح مذکور ہے:

"اور فقیہوں میں سے ایک نے انکو بحث کرتے سُن کر جان لیا کہ اس نے انکو خوب جواب دیا ہے۔ وہ پاس آیا اور اس سے پوچھا کہ سب حکموں میں اول کون سا ہے؟۔ یسوع نے جواب دیا کہ اول یہ ہے اے اسرائیل سن۔ خداوند ہمارا خدا ایک ہی خداوند ہے۔ اور تو خداوند اپنے خدا سے اپنے سارے دل اور اپنی ساری جان اور اپنی ساری عقل اور اپنی ساری طاقت سے محبت رکھ۔ دوسرا یہ ہے کہ تو اپنے پڑوسی سے اپنے برابر محبت رکھ۔ اِن سے بڑا اور کوئی حکم نہیں۔ فقیہ نے اس سے کہا اے استاد بہت خوب! تو نے سچ کہا کہ وہ ایک ہی ہے اور اسکے سوا اور کوئی نہیں۔ اور اس سے سارے دل اور ساری عقل اور ساری طاقت سے محبت

رکھنا اور اپنے پڑوسی سے اپنے برابر محبت رکھنا سب سوختنی قربانیوں اور ذبیحوں سے بڑھ کر ہے۔ جب یسوع نے دیکھا کہ اس نے دانائی سے جواب دیا تو اس سے کہا تو خدا کی بادشاہی سے دور نہیں"[36]

اس مکالمہ میں سوال کرنے والا ایک یہودی عالم ہے جو نہ تو حضرت عیسیٰؑ کے خدا ہونے کا قائل ہے، نہ ان کی خدائی تجسیم کا قائل ہے، نہ وہ عقیدہ کفارہ کے ارکان سے واقف ہے، بلکہ لفظِ کفارہ تک سے نا آشنا ہے۔ اس نے سوال کیا کہ نجات کا دار و مدار کس چیز پر ہے ؟ اور اللہ تعالی کے احکام میں سب سے اول حکم اور سب سے اہم بات کیا ہے ؟ حضرت عیسیٰؑ نے اس سوال کے جواب میں اسے عقیدہ کفارہ کا پیچیدہ فلسفہ نہیں سمجھایا، انہوں نے یہ نہیں فرمایا کہ آدمؑ کا گناہ تم میں منتقل ہو گیا ہے اور تم پیدائشی گناہ گارہ ہو اور میں تمہارے ہاتھوں مصلوب ہو کر تمہارے اس گناہ کا کفارہ بن کر تمہیں پاک کروں گا۔ بلکہ آپ نے یہ فرمایا اے اسرائیل سن ! خداوند ہمارا خدا ایک ہی خداوند ہے۔ اس جملے میں توحید کی دعوت کے سوا کچھ نہیں ہے۔ کفارہ کے ساتھ ساتھ تثلیث کا بھی صراحتہ رد ہے۔ جب اس سائل نے اس کی تصدیق کی تو حضرت عیسیٰؑ نے اسے خوشخبری سناتے ہوئے فرمایا کہ تم نے دانائی سے کام لیا اور حق کو قبول کیا لہذا تم خدا کی بادشاہی سے دور نہیں ہو بلکہ جنت تمہارا اٹھکانا ہے اور آخرت کی سعادت تمہارا مقدر ہے۔

اگر نجات کا طریقہ یہی ہے تو پہلی امتوں کو اس کی دعوت پہنچنا ضروری ہے ورنہ ان لوگوں کی نجات کس طرح ہو گی جو حضرت مسیحؑ کی قربانی و کفارہ، فدیہ و بپتسمہ، تثلیث و تصلیب بلکہ انکے اسم گرامی سے بھی واقف نہ تھے۔ اس اعتراض کے سامنے مسیحی علما ڈھیر ہو گئے اور انہوں نے یہ عقیدہ وضع کیا کہ " جس طرح مسیح ہمارے لیے مرے اور دفن ہوئے اسی طرح ہم کو یہ عقیدہ بھی رکھنا لازم ہے کہ وہ جہنم میں داخل ہوئے "۔ یعنی پچھلی امتوں کے لیے ایک جزوی انتظام یہ ہوا کہ حضرت عیسیٰؑ مصلوب ہو کر جہنم گئے وہاں کی مخلوق پر خود کو پیش کیا، اس طرح عذاب میں مبتلا ارواح کو عذاب سے نجات دی۔[37]

امر ششم: کیا خدا قادرِ مطلق نہیں ؟

چھٹی بات یہ ہے کہ کیا اللہ تعالیٰ قادرِ مطلق خدا ہو کر ایسا پابند اور مجبور تھا کہ "بیٹے کی قربانی" اور فدیہ کے بغیر گناہ معاف نہ کر سکے ؟ کیا اللہ تعالیٰ اتنا بے اختیار ہے کہ گناہ کو از خود معاف نہیں کر سکتا بلکہ انسان کی سچی توبہ دیکھ کر بھی رحم نہیں کر سکتا ؟ جبکہ خود بائبل مقدس یہ کہتی ہے:

"لیکن اگر شریر اپنے تمام گناہوں سے جو اس نے کئے ہیں باز آئے اور میرے سب آئین پر چل کر جو جائز اور روا ہے کرے تو وہ یقیناً زندہ رہیگا۔ وہ نہ مرے گا۔ وہ سب گناہ جو اس نے کیے ہیں اسکے خلاف محسوب نہ ہونگے۔ وہ اپنی راستبازی میں جو اس نے کی زندہ رہیگا۔"[38]

دیکھیئے! کتنی وضاحت کیساتھ کہا جارہا ہے کہ اگر کوئی شخص آئینِ شریعت پر چلے اور اطاعت اختیار کرے تو اسکے سب گناہ معاف ہونگے وہ راستبازی کیساتھ یقیناً ہمیشہ زندہ رہیگا۔ "سب" اور "تمام" کا لفظ اپنی مراد پر بہت واضح ہے "سب" اور "تمام" (کل) کے مفہوم میں ازلی گناہ سمیت تمام گناہ داخل ہیں لہٰذا اگر کوئی ازلی گناہ ہوا بھی ہو تو وہ بھی توبہ و اطاعت سے مٹ جائیگا اور اسکے خلاف محسوب نہ ہو گا۔

قرآنِ حکیم بھی اسی ضابطے کی توثیق کرتا ہے اور قانونِ نجات یوں بتاتا ہے:

إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَالَّذِينَ هَادُوا وَالنَّصَارَى وَالصَّابِئِينَ مَنْ آمَنَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَعَمِلَ صَالِحًا فَلَهُمْ أَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ[39]

"جو لوگ مسلمان ہیں یا یہودی یا عیسائی یا ستارہ پرست (یعنی کوئی شخص کسی قوم و مذہب کا ہو) جو خدا اور روز قیامت پر ایمان لائے گا اور عمل نیک کرے گا تو ایسے لوگوں کو ان (کے اعمال) کا صلہ خدا کے ہاں ملے گا اور (قیامت کے دن) ان کو نہ کسی طرح کا خوف ہو گا اور نہ وہ غمناک ہوں گے"۔

ایک دوسری جگہ یہود کی ایک خوش فہمی (کہ ہم جہنم میں کہاں جاسکتے ہیں، جنت ہمارا حق ہے) کو رد کرتے ہوئے قانونِ کلی اور ضابطۂ عام بیان کرتے ہوئے ارشاد ہے:

بَلَى مَنْ كَسَبَ سَيِّئَةً وَأَحَاطَتْ بِهِ خَطِيئَتُهُ فَأُولَئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ- وَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ أُولَئِكَ أَصْحَابُ الْجَنَّةِ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ [40]

ہاں جو برے کام کرے اور اسکے گناہ (ہر طرف سے) اس کو گھیر لیں تو ایسے لوگ دوزخ (میں جانے) والے ہیں (اور) وہ ہمیشہ اس میں (جلتے) رہیں گے۔ اور جو ایمان لائیں اور نیک کام کریں وہ جنت کے مالک ہوں گے (اور) ہمیشہ اس میں (عیش کرتے) رہیں گے

امر ہفتم: بے گناہ کو سزا دینے کا فلسفہ:

ساتویں بات یہ ہے کہ کفارہ کا فلسفہ یہی ہے کہ انسان کو گناہ گار دیکھ کر خدا نے اپنے بے گناہ بیٹے کو جو خود بھی خدا ہے فدیہ میں قربان کر دیا۔ یہ بالکل ایسے ہے جیسے کوئی مہربان ڈاکٹر مریض کا دردِ سر ٹھیک کرنے کیلئے اپنا سر پھوڑ دے یا کوئی بادشاہ ملک کے جرائم پیشہ لوگوں کو سزا دینے کی بجائے اپنے شہزادے یا وزیر اعظم کو پھانسی پر لٹکا دے۔ بے قصور کو قصوروار ٹھہرا کر اصل مجرم کے جرم کو ختم کرنے کا یہ طریقہ انتہائی احمقانہ، مضحکہ خیز اور نادر الوقوع ہے۔ آج تک دنیا کی کسی عدالت میں معمولی سمجھ رکھنے والے جج نے بھی ایسا نہیں کیا کہ عدالت میں پیش ہونے والے کسی مجرم کو رہا کر کے اس جگہ اپنے بیٹے کو سزا دے دی ہو۔ حکمتوں اور تعریفوں والے خدا پروردگارِ عالم کی طرف ایسی بے عقلی کا عمل منسوب کرنا توہینِ خداوندی کا بدترین نمونہ ہے۔ اللہ تعالی کی تو یہ شان ہے:

وَهُوَ الْغَفُورُ الْوَدُودُ -ذُو الْعَرْشِ الْمَجِيدُ - فَعَّالٌ لِمَا يُرِيدُ [41]

"اور وہ بخشنے والا اور محبت کرنے والا ہے عرش کا مالک بڑی شان والا۔ جو چاہتا ہے کر دیتا ہے"

امر ہشتم: تصلیبِ مسیح حقیقت یا افسانہ؟

آٹھویں بات یہ ہے کہ اناجیل اربعہ میں حضرت مسیحؑ کے شخصی حالات، معجزات، گرفتاری سے لے کر مصلوب ہونے تک کے واقعات، تصلیب، تدفین، قیامت، ظہور وغیرہ میں اتنے تضادات اور اختلافات موجود ہیں کہ کوئی بات وضاحت کے ساتھ بغیر شبہ کے ثابت نہیں ہوتی [42] ان تمام واقعات کا ماخذ بائبل کا دوسرا حصہ یعنی عہد جدید (New Testament) مجموعہ اناجیل وخطوط ہے جو تضادات، تحریفات پر مبنی ہے۔ [43] جس کی وجہ سے تمام صورتِ حال مشتبہ اور مشکوک ہی نظر آتی ہے۔ اور قرآن کریم کا یہ ارشاد بار بار یاد آتا ہے:

وَمَا قَتَلُوهُ وَمَا صَلَبُوهُ وَلَكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ وَإِنَّ الَّذِينَ اخْتَلَفُوا فِيهِ لَفِي شَكٍّ مِنْهُ مَا لَهُمْ بِهِ مِنْ عِلْمٍ إِلَّا اتِّبَاعَ الظَّنِّ وَمَا قَتَلُوهُ يَقِينًا- بَلْ رَفَعَهُ اللَّهُ إِلَيْهِ وَكَانَ اللَّهُ عَزِيزًا حَكِيمًا [44]

"فی الواقع انہوں نے نہ ان (عیسیٰؑ) کو قتل کیا نہ صلیب پر چڑھایا بلکہ معاملہ ان (یہود) کے لیے مشتبہ کر دیا گیا۔ اور جن لوگوں نے ان کے بارے میں اختلاف کیا ہے وہ بھی دراصل بڑے شک میں مبتلا ہیں، ان کے پاس اس معاملہ میں کوئی (مستند) علم نہیں ہے، محض گمان وظن ہی کی پیروی ہے، انہوں نے مسیح کو یقیناً قتل نہیں کیا۔ بلکہ اللہ نے ان کو اپنی طرف اٹھالیا، اللہ زبردست طاقت رکھنے والا اور حکمت والا ہے۔"

امر نہم: عصمتِ مسیحؑ اور بائبل

نویں بات یہ ہے کہ عقیدہ کفارہ کے مطابق گناہ کی تلافی کیلئے ایک معصوم جان کا قربان کرنا ضروری تھا مگر حضرت مسیحؑ بائبل کی نگاہ میں نیکوکار، راستباز، پاکیزہ یا معصوم قرار نہیں پاتے۔ وہ تو خود یوحنا اصطباغی (یحییٰؑ) سے بپتسمہ لیتے ہیں۔ [45] اور بائبل کے بقول یوحنا کا بپتسمہ صرف گناہوں کی معافی کیلئے توبہ کا بپتسمہ ہوتا تھا [46] بائبل انہیں ملعون قرار دیتی ہے۔ [47] وہ لوگوں کو شراب پیش کرتے ہیں، اپنی والدہ سے توہین آمیز طریقہ پر کلام کرتے ہیں۔ [48] (نعوذ باللہ من هذه الخرافات)۔ اس طرح ان کی وجاہت پر سوالیہ نشان قائم ہو جاتا ہے اور بائبل کے بقول ان کی عصمت باقی نہیں رہتی۔ اور اگر ہم انہیں معصوم اور بے گناہ

Vol.4, No.1 2026

ISSN P: 3006-3329
ISSN E: 3006-3337

بھی قرار دے دیں جو کہ ایک حقیقتِ حقہ ہے (کیونکہ انبیاءؑ معصوم ہوتے ہیں) تو بھی تمام انسانوں کے گناہ کی وجہ سے ایک بے گناہ معصوم ہستی کا پھانسی پر چڑھا دینا (اگرچہ اسکی رضامندی سے ہو) انصاف کا خون کرنا ہے۔

امر دہم: بلاارادہ غیر اختیاری قربانی

دسویں بات یہ ہے کہ حضرت مسیحؑ کا یہ قربانی رضامندی سے دینا ثابت نہیں ہوتا۔ بلکہ بائبل نے اس قربانی کا جو منظر نامہ پیش کیا ہے اس سے صاف پتا چلتا ہے کہ حضرت مسیحؑ نے خوشی سے قربانی وفدیہ نہیں دیا۔ اس میں انکی ذرہ بھر رضامندی شامل نہیں تھی بلکہ ان پر ظلم کیا گیا اور بائبل کے بقول سارے واقعات (گرفتاری، توہین، تصلیب وغیرہ) زبردستی انجام دیے گئے۔ یہی وجہ ہے کہ بائبل کے بقول حضرت عیسیٰؑ رو رو کر، منہ کے بل گر کر، خون کے آنسو بہا کر موت کا پیالہ ٹلنے کی تمنا کرتے ہیں [49] معلوم نہیں وہ خود کامل خدا ہو کر کسی اور سے فریاد کیوں کر رہے تھے؟ افسوس ہے کہ اناجیل کے مطابق ان کی یہ پکار سنی بھی نہیں گئی۔ بعض ناقدین کا کہنا ہے اگر وہ واقعی انسانیت کے گناہوں کا کفارہ و قربانی دے رہے تھے تو انہیں انتہائی بہادری اور پرجوش خوشی کیساتھ تختہ دار کو چومنا چاہیئے تھا۔ تاریخ کے اوراق گواہ ہیں کہ اپنے مذہب و مشن، ملک و قوم کیلئے لڑنے والوں نے بے مثال شجاعت کا مظاہرہ کرتے ہوئے جان کے نذرانے پیش کئے، موت کو محبوبہ سمجھ کر گلے لگایا اور ذرا کمزوری نہیں دکھائی مگر اناجیل کے مطابق حضرت عیسیٰؑ موت سے بری طرح گھبراتے ہیں، خدا سے شکوہ کرتے ہیں۔ یہ "خدا کے مزعومہ بیٹے اور "برّے" کی عجیب فتح ہے اور انوکھی قربانی ہے کہ وہ اس قربانی کیلئے بالکل تیار نہیں ہے۔ پھر یہ کفارہ کس کام کا؟۔تلک عشرة کاملة

ان تمام تفصیلات کے نتیجے میں یہ معلوم ہوتا ہے کہ کفارہ و تصلیب کی کہانی کسی مضبوط بنیاد پر قائم نہیں اور حضرت عیسیٰؑ سے اس کا انتساب درست معلوم نہیں ہوتا۔ اصل دینِ مسیحیت اور تعلیماتِ مسیحؑ کا حاصل وہی ہے جو دیگر تمام انبیاءِ بنی اسرائیل کا دین ہے اور اسی کی دعوت ختم المرسلین سیدنا محمد ﷺ نے علی وجہ الاتم شرق و غرب کے ہر انسان کو پہنچا دی ہے۔

حوالہ جات

[1] پروفیسر ساجد میر، پروفیسر، عیسائیت (تجزیہ و مطالعہ) ص 181، مطبوعہ دارالسلام، لاہور

[2] تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو (ازالۃ الاوہام، مصنفہ مولانا رحمت اللہ کیرانوی، جلد ا، صفحہ 119 تا 165، مطبوعہ مکتبہ دارالعلوم کراچی، 2010ء

[3] پیدائش باب ۳ فقرہ ۱۴ تا ۱۹

[4] القرآن، سورہ: ۱۷، آیت: ۷۰

[5] حزقی ایل، باب 18، فقرہ نمبر 20، کتاب مقدس (بائبل) مطبوعہ پاکستان بائبل سوسائٹی، انارکلی، لاہور، پاکستان

[6] یسعیاہ، باب 3، فقرہ 10، کتاب مقدس (بائبل)

[7] استثناء، باب 24 فقرہ 16، کتاب مقدس (بائبل)

[8] القرآن، سورہ: 35، آیت: 43

[9] القرآن، سورہ: 2، آیت: 48

[10] دریابادی، عبدالماجد، مولانا، تفسیر ماجدی، جلد 1، ص 123، مجلس نشریاتِ قرآن، کراچی۔

[11] القرآن، سورہ: 2، آیت: 286

[12] دریابادی، عبدالماجد، مولانا، تفسیر ماجدی، جلد 1، ص 521، مجلس نشریاتِ قرآن، کراچی۔

[13] القرآن، سورہ: 53، آیت: 36-41۔

[14] حقانی، عبدالحق، مولانا، تفسیر حقانی، جلد 4، ص 388، مطبوعہ میر محمد کتب خانہ کراچی

[15] امثال، باب 16، فقرہ 6، کتاب مقدس (بائبل)

[16] یشوع بن سیراخ، باب 3، آیت 4، کلامِ مقدس (کیتھولک بائبل) ص 870، مطبوعہ ابلاغیاتِ مقدس پولوس، لاہور پاکستان، سن طبع 1999ء

THE STUDY OF RELIGION AND HISTORY

Vol.4, No.1 2026

ISSN P: 3006-3329
ISSN E: 3006-3337

[17] یشوع بن سیر اخ، باب 3، آیت 33، کلامِ مقدس (کیتھولک بائبل) ص 871، محولہ بالا

[18] القرآن، سورہ:11، آیت:114

[19] القرآن، سورہ:64، آیت:9،8

[20] القرآن، سورہ:65، آیت:5

[21] القرآن، سورہ:66، آیت:8

[22] القرآن، سورہ:4، آیت:31

[23] مسلم، النیشابوری، الصحیح، کتاب الطھارۃ، باب الصَّلَوَاتُ الْخَمْسُ، رقم الحدیث:574

[24] ابن ابی شیبۃ، ابو بکر عبد اللہ، المصنف، کتاب الادب، باب ماذکر في حسن الخلق وکراھیۃ الفحش، رقم الحدیث:25324

[25] القرآن، سورہ:2، آیت:131،130

[26] القرآن، سورہ:2، آیت:132 تا 134

[27] القرآن، سورہ:3، آیت:19

[28] القرآن، سورہ:3، آیت:85

[29] خروج باب 15 فقرہ نمبر 26،، کتاب مقدس (بائبل)

[30] احبار، باب 18 فقرہ 4، کتاب مقدس (بائبل)

[31] خروج باب 20 فقرہ 6، کتاب مقدس (بائبل)

[32] پیدائش، باب 26، فقرہ نمبر 5، کتاب مقدس (بائبل)

[33] یشوع باب 1، فقرہ 8،7، کتاب مقدس (بائبل)

[34] یشوع، باب 23، فقرہ 6، کتاب مقدس (بائبل)

[35] ملاکی، باب 4، فقرہ 4، کتاب مقدس (بائبل)

[36] مرقس، باب 12، فقرہ 28 تا 34

[37] تفصیل کیے لیے ملاحظہ ہو بائبل سے قرآن تک، مصنفہ مولانا رحمت اللہ کیرانوی، مطبوعہ مکتبہ دار العلوم کراچی، ۲۰۰۲ء، ج2 ص 271

[38] حزقی ایل، باب 18، فقرہ نمبر 21، کتاب مقدس (بائبل)

[39] القرآن، سورہ:2، آیت:62

[40] القرآن، سورہ:2، آیت:82،81

[41] القرآن، سورہ:85، آیت:15-13

[42] تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو، عیسائیت (تجزیہ و مطالعہ) مؤلفہ پروفیسر ساجد میر، صفحہ 190، دار السلام، لاہور

[43] تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو اعجازِ عیسوی، مصنفہ مولانا رحمت اللہ کیرانوی، ادارہ اسلامیات لاہور۔

[44] القرآن، سورہ:4، آیت:158،157

[45] مرقس، باب، 1 فقرہ 9، کتاب مقدس (بائبل)

[46] مرقس، باب، 1 فقرہ 4، کتاب مقدس (بائبل)

[47] استثناء، باب 21، فقرہ 23، گلتیوں کے نام خط، باب 3، فقرہ 13، کتاب مقدس (بائبل)

[48] یوحنا، باب 2، فقرہ ا تا 10، کتاب مقدس (بائبل)

[49] لوقا، باب 22، فقرہ 41، کتاب مقدس (بائبل)